جلد04، شمارہ01، جون 2023

عہدِ سلاطین کے ادبی و تاریخی مآخذات اور اردو تحقیق میں ان کی ضرورت و اہمیت

Literary-o-Historical Derivatives in the Reign of Delhi Kingdom and Their need and Significance in Urdu Research

حبیب الرحمٰن

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ، گورنمنٹ امبالہ مسلم کالج، سرگودھا

ڈاکٹر محمد امجد عابد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

ڈاکٹر فوزیہ شہزادی

لیکچرر (وزٹنگ)، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Habib Ur Rahman

Assistant Professor, Department of History,

Govt. Ambala Muslim College, Sargodha

Dr. Muhammad Amjad Abid

Assistant Professor, Department of Urdu, University of Education, Lahore

Dr. Fouzia Shehzadi

Lecturer (Visiting), University of Education, Lahore

p ISSN: 2789-4169

e ISSN :2789-6331

Received: 28-5-2023

Accepted:

Online:

Copyright: © 2023 by the authors. article open-access This is an distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Persian language is significant regarding critical discourse analysis of Indian history. At gross root level political, social, spiritual, Cultural and literature history authentic references of Indian history are found in Persian language as a primary source. Historiography began in 1206 in India along with existence of Muslim royalty. Five dynasties consisted of Khandan e Ghulaman, Khandan e khilji, Khandan e Tughlaq,Khandan e Sadat and Khandan e Lodhi.Political histories have highlighted defense, public administration, war and peace policies. All of the references and resources of Dynasties are evident in Persian language. It is crystal clear that no researcher can avoid Persian due to its authentication. Modern history of Muslim reign in India in the light of Persian references is reasonably quite different from the present one which is included in the curriculum. Persian language contains all the political references of Kingdom era. We are seduced due to depending upon such English translations for reference which are not original rather translated with a specific

purpose. These translations highlight Muslim victories with a prejudice thinking process of colonialism and reflect the victories of conquerors as, he came, saw and conquered and then looted and gone. This malicious and ambiguous referencing has depicted a biased picture of Muslim era on India. Due to which a common researcher and think tank is deprived from fact. Author of article intensively desires to point out facts and primary sources for reconsidering and editing references using authentic sources for research.

Key Words: Literature, Dynasties, Translation, Ameer Khusru, Salateen Dehli, Historiography, Colonialism, Cultural, Prejudice, Research

کلیدی الفاظ: ادب، خاندانِ شاہی، ترجمہ، امیر خسرو، سلاطینِ دہلی، تاریخ نویسی، استعماریت، ثقافتی، تعصّب، تحقیق

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی حکومت کا قیام 1206ء میں عمل میں آیا[1] لیکن اس سے دو سو سال پیشتر سلطان محمود غزنوی (م۔1030ء) نے ہندوستان میں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ فاتحین جب کسی علاقے کو فتح کرتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ اپنی تہذیب، ثقافت اور زبان بھی لاتے ہیں جو عام طور پر قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔ تاریخ نویسی اور تاریخ فہمی کے اعتبار سے فارسی زبان کی بڑی اہمیت ہے۔ ہندوستان کی سیاسی، روحانی، سماجی، ثقافتی اور ادبی تاریخ کے مآخذات فارسی میں موجود ہیں۔ تاریخ، ادب، ثقافت، فقہ اور روحانیات کا کوئی طالب علم بھی حقائق کی تلاش میں فارسی سے استفادہ کیے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ نتیجتہً اس مولفِ تاریخ کی کاوش نامکمل اور ناقص رہے گی جو فارسی زبان سے بے بہرہ ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر محقق فارسی زبان سے نابلد ہو تو تحقیق کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ برصغیر پاک و ہند کے مسلم دورِ حکومت کا تاریخی ورثہ فارسی میں ہی ہے لہذا فارسی سے کسی طور پر مفر نہیں۔

فارسی صدیوں تک ہندوستان میں دفتر، دربار، خانقاہ اور مدارس و مجالس کی زبان رہی ہے۔ اُس زمانے میں تصنیف و تالیف، شعر گوئی، احکامات، فرامین، شعر گوئی، سخن فہمی، طرزِ کلام، انداز نگارش، ذہانت و فراست، علم و فضل اور فصاحت و بلاغت کا معیار و پیمانہ فارسی زبان ہی تھی۔ 1206ء سے 1526ء تک کے پورے عہد میں دہلی پر مختلف خاندان سلاطینِ دہلی کے پرچم تلے تاج و تخت کی نمائندگی کرتے رہے لیکن درباری، روحانی، سیاسی، ادبی اور ثقافتی زندگی کی ترجمان فارسی زبان ہی رہی۔

یہ حقیقت بھی کم و بیش سبھی پر عیاں ہے کہ چند وجوہات کی بنا پر برصغیر پاک و ہند میں فارسی آثار سے براہ راست استفادے کا رجحان روز بروز کم ہو رہا ہے۔ چند گنے چنے اصحاب کے علاوہ اکثر حضرات ان فارسی کتابوں کے انگریزی اور اردو تراجم سے رجوع کرتے ہیں۔ کسی بھی زبان کے علمی و تاریخی سرمایہ کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ یہ نگینہ جڑنے کا فن ہے جو بڑی مہارت و ریاضت چاہتا ہے۔ تاریخی حقائق بدل جاتے ہیں۔ جو کہ امانت میں خیانت کے مترادف ہے۔

ہندوستان میں فارسی تاریخ نویسی کا سلسلہ سلاطین دہلی کے عہد سے شروع ہوا۔ عہدِ سلاطین (1526ء۔1206ء) پانچ ادوار پر مشتمل ہے۔[۲]

ا۔ خاندانِ غلاماں (1290ء۔1206ء)

۲۔ خاندانِ خلجی (1320ء۔1290ء)

۳۔ خاندانِ تغلق (1414ء۔1320ء)

۴۔ خاندانِ سادات (1451ء۔1414ء)

۵۔ خاندانِ لودھی (1526ء۔1451ء)

عہدِ سلاطین کے فارسی ماخذات درج ذیل ہیں۔

ا۔ تاج المآثر:

تاج المآثر فارسی میں لکھی گئی ہندوستان کی پہلی تاریخی کتاب ہے۔ یہ ہندوستانی قرونِ وسطی کے ابتدائی دور کا ایک بہترین ماخذ ہے، جس میں سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش کے دور کے تاریخی واقعات درج ہیں۔ مصنف کا نام تاج الدین محمد بن حسن نظامی نیشاپوری ہے۔ یہ تصنیف مؤلف نے اسلامی حکومت کے پہلے حکمران قطب الدین ایبک کی فرمائش پر ضبطِ تحریر کی۔ اس کا مولف ہندوستان کا پہلا مورخ ہے جس کی اصل کتاب محفوظ رہی۔[۳] مولف نے 602ھ بمطابق 1205ء میں اسے لکھنا شروع کیا۔ یہ کتاب 587ھ (1191ء) سے 614ھ (1217ء) تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں شہاب الدین غوری (569ھ۔602ھ) قطب الدین ایبک (602ھ۔607ھ) اور شمس الدین التمش (607ھ۔633ھ) کے پہلے سات اور بقول ایلیٹ پہلے انیس سال (626ھ) تک کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب برعظیم میں اسلامی سلطنت کے آغاز سے متعلق ایک بنیادی ماخذ ہے۔ اسے عہدِ سلطنت کے اولین دور کی تمدنی، تہذیبی اور سماجی زندگی کی کامیاب پیش کش سمجھا جاتا ہے۔ اسی کتاب کی بدولت قطب الدین ایبک کی زندگی کے حالات بعد کی نسلوں

کو معلوم ہوئے ورنہ ہندوستان کے پہلے اسلامی فرمانروا کے بعض اہم کارناموں پر تاریکی کا پردہ پڑا رہتا۔ مصنف کا اسلوب مشکل اور تکلّف سے بھرپور ہے۔[۴]

۲۔ چچ نامہ:

یہ ایک عربی کتاب "فتح نامہ" یا "منہاج الدین والملک" یا "تاریخ منہاج المسالک" کا فارسی ترجمہ ہے۔ اصل کتاب عربی میں (215ھ۔255ھ) بمطابق (830ء۔868ء) کے درمیان لکھی گئی[۵]۔ عربی کتاب ناپید ہے جس کی وجہ سے فارسی مترجم محمد بن علی بن حامد بن ابی بکر کوفی کو اب مستقل مصنف کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ یہ تاریخ جو کہ بنیادی طور پر محمد بن قاسم کے حملہ سندھ (92ھ) کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، تاریخ سندھ کا ایک قدیم ترین اور مستند ترین ماخذ ہے۔ اس کتاب میں ہندو مت اور بدھ مت کے بارے میں مفید معلومات ملتی ہیں۔ ہندو تہذیب اور معاشرت کا بیان بھی اس میں تفصیل سے ملتا ہے۔ محمد بن علی کوفی نے فارسی ترجمہ (613ھ) میں ختم کیا اور اس کا نام "فتح نامہ" رکھا لیکن بعد میں یہ کتاب "چچ نامہ" کے نام سے مشہور ہوئی کیونکہ اس کتاب کے شروع میں سندھ کے راجہ چچ بن سلائج کی حکومت اور فتوحات کا ذکر ہے۔ اسے "تاریخ قاسمی" بھی کہا جاتا ہے۔ مترجم نے یہ کتاب ناصر الدین قباچہ حاکم سندھ کے وزیر عین الملک کے نام معنون کی ہے۔ اس کا اسلوبِ نگارش سادہ، سلیس، رواں اور عام فہم ہے۔ ڈاکٹر داؤد پوتہ رقمطراز ہیں کہ طرزِ انشاء کے لحاظ سے یہ سفر نامہ، سیاست نامہ چہار، مقالہ اور راحت الصدور کے پایہ کی کتاب ہے۔ جس طرح "تاج الماثر" کو عہدِ سلطنت کی تاریخ میں اولیت حاصل ہے بعینہ چچ نامہ کو تاریخِ سندھ میں حیثیت حاصل ہے۔

۳۔ طبقاتِ ناصری:

مولف کا نام مولانا ابو عمر منہاج الدین عثمان بن سراج الدین جوزجانی ہے۔ 658ھ مطابق 1260ء میں مولانا منہاج نے اپنی تالیف ختم کر کے سلطان ناصر الدین محمود کی خدمت میں پیش کی اور اُسی کے نام پر اس کتاب کو موسوم کیا۔ طبقات ناصری 23 طبقات پر مشتمل ہے۔[۶] جس میں ابتدائے آفرینش سے 658ھ مطابق 1260ء تک کے تاریخی واقعات درج ہیں۔

اسلامی ہند کی تاریخ کے نقطہ نظر سے اس کے خاندانِ غزنوی ( )، خاندانِ غوری ( ) اور خاندانِ غلاماں ( ) سے متعلق حصے یعنی طبقات 11، 17، 18، 19، 20، 21، 22، 23 نہایت اہم ہیں۔ یہ تاریخ سلطان ناصر الدین محمود کے پندرھویں سالِ سلطنت (658ھ) کے مطابق حالات و واقعات پر ختم ہو جاتی ہے۔ ہندوستان کے مملوک سلاطین کے عہد کے لیے یہ تاریخ بہت ہی قیمتی اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ طبقات ناصری ہر زمانہ میں ایک اہم اور کارآمد تاریخ سمجھی گئی ہے۔ چونکہ

عمومی تاریخ ہے اس لیے مختصر ہے۔ لیکن عبارت کی روانی اور سلاست پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ "طبقات ناصری" پاک وہند کی ابتدائی تاریخ کا انتہائی مشہور مرقع ہے۔[۷]

۴۔ قران السعدین:

عہد سلطنت کے نابغہ روزگار مورخ، شاعر، طوطی ہند حضرت امیر خسروؒ کے تاریخی خمسے کی پہلی مثنوی ہے۔ اس مثنوی کا دوسرا نام "مجمع الاوصاف" ہے چونکہ اس میں دہلی اور اس کی کچھ عمارتوں کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ اس لیے اسے "مثنوی در تعریفِ دہلی" بھی کہا گیا ہے۔ یہ مثنوی خاندانِ غلاماں کے آخری حکمران سلطان معزالدین کیقباد کی خواہش پر لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں تین ہزار نو سو چوالیس (3944) اشعار ہیں۔[۸] اس مثنوی کا موضوع ناصر الدین بغرا خان (حاکم بنگال) اور اس کے بیٹے سلطان معزالدین کیقباد (سلطانِ دہلی) کے درمیان دریائے گھاگھرا (اودھ) کے ساحل پر ہونے والی جنگ کی بجائے صلح کے تاریخی واقعات ہیں۔ "یہ مثنوی کیقباد کے عہدِ حکومت کا ایک مستند ماخذ ہے بلکہ بعض لحاظ سے یہ اس عہد کا تنہا معاصر ماخذ ہے۔ مولانا ضیاء الدین برنی، فرشتہ، ملا عبد القادر بدایونی سب نے اپنی تاریخوں میں اس مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔ یہ فارسی ادب کی پہلی مبسوط مثنوی ہے جو حالاتِ حاضرہ کے بیان یا اپنے عہد کی تاریخ پر مشتمل ہے۔[۹]

۵۔ مفتاح الفتوح:

حضرت امیر خسروؒ کی یہ تاریخی مثنوی خاندانِ خلجی (1320ء۔1290ء) کے بانی سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی (م۔1296ء) کی چار جنگوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی کو "فتح الفتوح" اور "فتح نامہ" بھی کہا گیا ہے۔ یہ تاریخی مثنوی خاندان خلجی کی ابتدائی تاریخ کی بنیادی دستاویز ہے۔[۱۰] اس میں جلال الدین خلجی کی ایک سال کے عرصے میں ملک چھجو، منگولوں، اودھ کے سرکش راجاؤں اور جھائن کے حکمران پر فتح پانے کا ذکر ہے۔ اس کا سالِ تصنیف 690ھ بمطابق 1291ء ہے۔

۶۔ دول رانی خضر خان:

اس مثنوی کو "عشقیہ"، "مثنوی خضر نامہ" اور منشور شاہی" بھی کہا گیا ہے۔ یہ مثنوی خاندانِ خلجی کے مشہور سلطان علاؤالدین خلجی (1316ء۔1296ء) کے بڑے بیٹے شہزادہ خضر خان کی خواہش پر 715ھ (1315ء) میں لکھی گئی۔ اس مثنوی میں شہزادہ خضر خان اور راجا کرن والی نہر والہ (انہلواڑہ) کی بیٹی دول رانی کی محبت کا تاریخی قصہ منظوم ہے۔ یہ مثنوی چار ماہ کی قلیل مدت میں لکھی گئی اور اس میں 4519 اشعار ہے۔[۱۱] یہ مثنوی سلطان علاؤالدین خلجی کے آخری ایام میں اس کے نو

مسلم غلام ملک کافور کی سازشوں کا حال جاننے کا نہایت عمدہ ذریعہ ہے۔ مدح شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کے بعد علاؤ الدین خلجی کی مدح اور ایک صحیفہ ہے جو طولانی نصیحتوں اور مشوروں پر مشتمل ہے۔[۱۲]

۷۔نہ سپہر:

یہ مثنوی خاندانِ خلجی کے آخری حکمران سلطان قطب الدین مبارک خلجی (1320ء-1316ء) کی فرمائش پر 718ھ بمطابق (1318ء) میں لکھی گئی ہے۔[۱۳] حمد و نعت، ذکر معراج اور مدح مرشد کے بعد مبارک خلجی، شہزادہ خسرو خاں کی فتوحات، دھلی کی شان و شوکت، ہندوستان کی تعریف، اپنی خوش بختی، مشتری سے عقیدت اور شہزادے محمد کی پیدائش وغیرہ اس مثنوی کے خاص موضوعات ہیں۔ قطب الدین مبارک خلجی کے دربار اور اس کے عہدِ سلطنت کے پہلے تین سالوں کے بارے میں انتہائی مفید تاریخی معلومات اسی مثنوی میں ملتی ہیں۔ مبارک شاہ خلجی کے عہد کا یہ تاریخی مرقع آج بھی اس عہد کے واحد معتبر ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔[۱۴]

۸۔تغلق نامہ:

یہ امیر خسروؒ کی آخری تاریخی مثنوی ہے[۱۵]۔ اس نامکمل مثنوی میں خاندانِ تغلق (1414ء-1320ء) کے بانی سلطان غیاث الدین تغلق (1325ء-1320ء) کے دہلی کے غاصب نو مسلم حکمران خسرو خاں پر فتح پانے کے واقعات کو نظم کیا گیا ہے۔[۱۶] یہ مثنوی خاندانِ خلجی کے آخری ایام، خسرو خاں کے دہلی پر غاصبانہ قبضہ اور خاندان تغلق کے آغاز کے متعلق واقعات کے بارے میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

۹۔خزائن الفتوح:

یہ فارسی میں حضرت امیر خسروؒ کی منثور تاریخ ہے، جو انہوں نے 711ھ میں لکھی۔ اسے "تاریخِ علائی" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اسے "سرور الروح" اور "فتح نامہ" بھی کہا گیا ہے۔ اس کتاب میں سلطان علاؤالدین خلجی کی گورنری کے زمانے یعنی فتح دیوگیر کے سال یعنی 695ھ سے لے کر اس کے عہدِ حکومت کے سترھویں سال یعنی 711ھ تک کے حالات و واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے۔[۱۷] اس کتاب میں شامل اہم واقعات میں دیوگیر کی فتح، دہلی کی فتح اور تخت نشینی، مغلوں کے خلاف جنگ آزمائی اور ان کی شکست کا بیان، گجرات، اور مالوہ کی فتوحات، رنتھنبور چتوڑ کی مہم، تلنگانہ اور معبر کا ملک کافور کے ہاتھوں فتح ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جامع مسجد، شہر دہلی کی فیصل، حوضِ شمسی اور مینار وغیرہ کی تعمیر کا ذکر بھی اس کتاب میں ملتا ہے۔ خلجیوں کے اس دور کے واقعات جاننے کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے کیونکہ واقعات زیادہ تر مصنف کے

جلد04، شمارہ01، جون 2023

چشم دید ہیں۔ امیر خسروؒ نے ان واقعات کو قلم بند کر کے مؤرخوں کو مستند معلومات اور ادب دوستوں کے لیے نثر مرصع کا اعلیٰ نمونہ فراہم کر دیا ہے۔[۱۸]

۱۰۔ فتوح السلاطین:

عہدِ سلطنت میں فارسی زبان میں لکھی جانے والی منظوم تاریخی تصانیف میں سے ایک اہم تصنیف "فتوح السلاطین" ہے، جو "شاہنامہ ہند" بھی کہلاتی ہے۔ یہ رزمیہ مثنوی ہے جو 12 ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔[۱۹] اسے خواجہ عبد الملک عصامی نے 10 دسمبر 1349ء میں لکھنا شروع کیا اور 14 مئی 1350ء میں ختم کیا۔ عصامی نے اسے سلطان علاؤالدین حسن بہمنی (بانی سلطنت بہمنی) کے نوم معنون کیا۔ مثنوی میں سلطان محمود غزنوی (م۔1030ء) سے لے کر سلطان محمد تغلق (1351ء) اور بہمنی سلطنت کے ابتدائی سالوں کی منظوم تاریخ پر مشتمل ہے۔ بقول آغا مہدی حسین "مثنوی میں واقعہ نگاری میں جابجا مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، لیکن عمداً دروغ گوئی نہیں کی گئی ہے۔" یہ محمد بن تغلق کے عہدِ حکومت پر ایک مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ عصامی نے واقعات کو بڑی احتیاط اور ضاحت سے نظم کیا۔ اس لیے اس کی مثنوی کی تاریخی اہمیت کافی ہے۔[۲۰]

ا 1ا۔ تاریخ فیروز شاہی:

ہندوستانی سرزمین کے پہلے مسلمان مورخ ضیاء االدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی کو برصغیر پاک و ہند کے تاریخی ماخذات میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ تاریخِ فیروز شاہی اصل میں "طبقات ناصری" کا تکملہ ہے اور اس میں خاندانِ غلاماں (1290ء۔1206ء) کے سلطان غیاث الدین بلبن کی تخت نشینی سے سلطان فیروز شاہ تغلق کے چھٹے سال جلوس 758ھ (1357ء) تک کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ برنی تاریخ نویسی میں ایک خاص نقطہ نظر رکھتا تھا۔ وہ واقعات سے زیادہ ان کے نتائج کو اہمیت دیتا تھا۔[۲۱] اس کی کتاب میں عوامی زندگی کی جھلک ملتی ہے۔ جس سے اس دور کے سماجی، ثقافتی اور تہذیبی حالات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کی کتاب میں تاریخ نگاری فقط وقائع نویسی نہیں رہی بلکہ ایک تخلیقی فن کے مرتبے کو پہنچ گئی ہے۔[۲۲]

۱۲۔ تاریخ فیروز شاہی:

اس تاریخ کو ضیاء الدین برنی کی "تاریخ فیروز شاہی" کا تتمہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ فیروز شاہ تغلق کے مہد سے لحد تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ تاریخ عفیف نے حملہ تیمور (1398ء) کے لگ بھگ تالیف کی تھی۔ مصنف کا تاریخی واقعات بیان کرنے کا انداز افسانوی رنگ لیے ہوئے ہے۔ کتاب چھ حصوں پر مشتمل ہے۔ ان میں فیروز شاہ تغلق کی پیدائش سے لیکر تخت نشینی اور فتوحات کے ساتھ ساتھ رفاہِ عامہ کے کاموں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔[۲۳]

۱۳۔ فتوحاتِ فیروز شاہی:

یہ سلطان فیروز شاہ تغلق کی تصنیف ہے جس میں اس نے اپنے عہدِ حکومت کے اہم ترین واقعات اور اپنی اصلاحات کو قلم بند کیا تھا۔ یہ کتاب تاریخی نقطہ نظر سے بہت اہم ہے اور اس سے نہ صرف ان کوششوں کا پتہ چلتا ہے جو بادشاہِ وقت نے پاک و ہند میں اسلام اور اسلامی علوم بالخصوص فقہ کی تنظیم و ترویج کے لیے کیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض مذہبی اور معاشرتی مسائل کا آغاز جن کا حل آج مسلمان تلاش کر رہے ہیں، فیروز شاہ کے زمانے میں ہو چکا تھا۔[۲۴] اس کتاب میں سلطان کی جنگوں یا فتوحات کے بجائے اس کے نظم و نسق اور رفاہِ عامہ کے کارناموں کا ذکر ہے۔ جن میں اذیت ناک سزاؤں اور ناجائز محصول کی منسوخی کے علاوہ نئے شہروں کی آبادکاری، مساجد اور خانقاہوں کے قیام کا تفصیلی ذکر ہے۔ فتوحات فیروز شاہی کا مطالعہ فیروز شاہ کے ذہن کو سمجھنے کے علاوہ اس دور کے مذہبی افکار اور تصوف کے رجحانات کو جاننے کے لیے اشد ضروری ہے۔[۲۵]

۱۴۔ تاریخِ مبارک شاہی:

مصنف کا نام یحییٰ بن احمد بن عبداللہ سرہندی ہے۔ اس تاریخ کو یہ منفرد امتیاز حاصل ہے کہ اس سرزمین (ہندوستان) میں خالصتاً ہندِ اسلامی کی عمومی تاریخ کے موضوع پر لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے۔[۲۶] عہدِ سلطنت کی فارسی تواریخ کے درمیان تاریخ مبارک شاہی، شہاب الدین محمد غوری کی فتح دہلی سے لے کر سلطان فیروز شاہ تغلق کی تخت نشینی تک بالعموم اور اس کی تخت نشینی سے خاندانِ سادات کے سلطان محمد کے دوسرے سال جلوس بلخصوص، جامع ترین اور مستند ترین ماخذ ہے۔ یہ تاریخ تغلقوں کے دورِ انحطاط کا منفرد، معاصر ماخذ ہے۔ یحییٰ سرہندی پہلا مورخ ہے جس نے اسلامی ہند کی تاریخ کو ایک مستقل اکائی کی حیثیت دی۔ اس کتاب کا اسلوبِ نگارش عام طور پر سادہ، سلیس اور رواں ہے اور بے جا لفاظی اور ناروا عبارت پردازی سے عاری اور تاریخ نویسی کی شرائط سے پوری طرح ہم آہنگ اور سازگار ہے۔[۲۷]

۱۵۔ تاریخِ شاہی:

مصنف کا نام احمد یادگار ہے۔ اسے "تاریخِ سلاطینِ افاغنہ" بھی کہتے ہیں۔[۲۸] یہ تاریخ مصنف نے بنگال کے آخری بادشاہ داؤد شاہ بن سلیمان، (984ھ-980ھ) بمطابق (1576ھ-1572ھ)، کے حکم پر تصنیف کی اور اسے 1054ھ (1644ء) میں مکمل کیا۔ اصل میں یہ ہندوستان کے افغان بادشاہوں کے عہدِ حکومت کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں لودھی خاندان (1526ء-1451ء)، سوری خاندان (1555ء-1540ء) کے علاوہ تین مغل بادشاہوں بابر (م-1530ء)، ہمایوں (م-1556ء) اور اکبر (م-1605ء) کے ورودِ دہلی تک کے تفصیلی حالات بیان کیے گئے ہیں۔[۲۹]

اس تاریخ کی تالیف میں مؤلف نے "طبقات اکبری" یا "تاریخ نظامی" اور "معدن الاخبار" مولفہ احمد بن بہیل بن جمال کم گو کنبو اور "تاریخ داؤدی" مولفہ عبد اللہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ مولف نے "مخزن افغانی" سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

۱۶۔ تاریخ داؤدی:

تاریخِ داؤدی مغل بادشاہ جہانگیر (م۔1627ء) کی تخت نشینی کے بعد لکھی گئی ہے۔ زبان فارسی ہے۔ مصنف کا نام خواجہ عبد اللہ ہے۔ یہ کتاب افغان عہد کے واقعات پر مشتمل ایک تاریخی اور مستند شاہ کار ہے۔ جسے مصنف نے بنگال کے آخری افغان حکمران داؤد شاہ بن سلیمان قرارانی(1576ء۔1572ء) کے نام منسوب کیا۔ تاریخ داؤدی کا آغاز بہلول لودھی (م۔1489ء) کے تذکرے سے شروع ہوتا ہے اور اختتام بنگال کے آخری افغان حکمران داؤد شاہ (م۔1576ء) کے حالات بیان کرنے کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ داؤد ہی کے نام پر اس کا نام داؤدی پڑا ہے۔ یہ خاندانِ لودھی (1526ء۔1451ء) اور سوری حکمرانوں (1555ء۔1540ء) کے ادوار کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اپنی تصنیف میں طبقاتِ اکبری اور تاریخ فرشتہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ تاریخ داؤدی کا طرزِ تحریر سادہ اور عام فہم ہے اور ہر قسم کے تصنع سے پاک ہے۔ مصنف نے دورانِ تالیف مخزن افغانی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ خواجہ عبد اللہ نے ایک ایسی تاریخ دنیا کے سامنے پیش کی جو افغان سلاطین کے تاریخی واقعات کا مستند ماخذ بن گئی ہے اور اس کا شمار تاریخ افاغنہ اور تاریخ شیر شاہی کی صف میں ہوتا ہے۔[۳۰]

۱۷۔ واقعات مشتاقی:

مصنف کا نام رزق اللہ مشتاقی (م۔۹۸۹ھ) ہے۔ زبان فارسی ہے۔ مصنف صوفی المشرب ہے اور شطاری سلسلہ سے منسلک ہے جو اس زمانے میں مشرقی اور وسطی ہندوستان میں زوروں پر تھا۔ یہ کتاب لودھی خاندان (1526ء۔1451ء)[۳۱] اور سوری خاندان (1455ء۔1540ء) کے امراء کے حالات و واقعات پر مبنی ہے۔ یہ کتاب ہندوستانی، سماجی اور ثقافتی تمدن کی بھی بہترین عکاس ہے۔ مزدوروں، متوسط طبقات اور نچلے طبقات کی بھرپور تصویر کشی کرتی ہے۔

۱۸۔ افسانہ شاہاں:

مصنف کا نام شیخ محمد کبیر بن شیخ اسماعیل حزیانی ہے۔ زبان فارسی ہے۔ سالِ تصنیف وغیرہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ خیال ہے کہ اکبری دور کے خاتمے کے قریب لکھی گئی ہے۔ اس میں لودھی خاندان (1526ء۔1451ء) اور سوری خاندان (1455ء۔1540ء) کے حالات و واقعات کو 140 حکایات کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔[۳۲] مصنف افغانوں کی

تاریخ، ان کی معیشت، طور طریقے اور رواداری پر بھی بحث کرتا ہے۔ لودھی اور سوری خاندان کے علاوہ مصنف نے سلطان مظفر (والئ گجرات) کے حوالے سے بھی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

۱۹۔ مخزن افغانی:

اس کتاب کا دوسرا نام "تاریخ خان جہانی" ہے۔ زبان فارسی ہے۔ مصنف کا نام خواجہ نعمت اللہ ہروی بن خواجہ حبیب اللہ ہروی ہے۔ نعمت اللہ نے اس تاریخ کو دکن کے ایک شہر "ملیکا پور" میں بتاریخ 20 ذوالحجہ 1020ھ کو شروع کر کے دکن ہی میں "برہان پور" میں 10 ذوالحجہ 1021ھ کو مکمل کیا۔[۳۳] لیکن وہ بعد میں بھی مسلسل اس میں اضافے کرتا رہا اور 1067ء تک اس میں مختلف واقعات شامل ہیں۔

کتاب کی ساری عبارتیں سادہ اور عام فہم فارسی میں لکھی گئی ہیں۔ جہانگیر اور خان جہاں لودھی کے حالات کا وہ عینی شاہد ہے اور لودھی اور سوری بادشاہوں کے حالات اُس کے مستند بزرگوں سے دریافت کیے جو ان ادوار کے عینی شاہدین تھے۔ اس لیے یہ تاریخ لودھی، سوری اور مغلیہ خاندانوں کے حالات و واقعات سے ان ادوار کے بارے میں ایک مستند و معتبر تاریخ ہے۔[۳۴] اس کتاب میں لودھی، سوری اور مغلیہ خاندان کے حالات و واقعات سے ان ادوار کی تہذیب و ثقافت، ملکی تمدن اور نظم وضبط کے نقوش بھی واضح ہوتے ہیں۔

۲۰۔ تاریخ آل برمک / اخبار برمکیاں:

یہ 128 صفحات کی مختصر تاریخ ہے۔[۳۵] یہ ابو محمد عبید اللہ بن محمد الاثری کی عربی تالیف کا فارسی ترجمہ ہے جو کہ ضیاء الدین برنی نے کیا ہے۔ برمکیوں کے عروج وزوال کی عبرتناک داستان برنی کے نظریہ تاریخ سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔ برنی نے اس ترجمے میں دو حکایتیں اپنی طرف سے شامل کی ہیں۔ آخر میں فیروز شاہ تغلق کی سخاوتوں کا بیان بھی ہے۔[۳۶] برنی کا بیان ہے کہ اس سے پہلے بھی اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ ہوا تھا۔ تاریخ آلِ برمک مولانا کے ذوقِ تاریخ کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔[۳۷]

۲۱۔ فتاویٰ جہانداری:

ضیاء الدین برنی کی تصنیف ہے۔ امور جہانداری پر مشتمل ہے۔ حکمران کیسا ہونا چاہیے؟ اس میں کیا خوبیاں اور اُسے کن اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے؟ حکومت کا نظریہ، نظریہ حکمرانی، حق حکمرانی، امور سلطنت کے لوازم، امر اور فقائے کار دغیرہ ہر موضوع کا مختلف نصائح کے ذریعے مولف نے بیان کیا ہے۔ یہ کتاب چوبیس نصائح پر مشتمل ہے۔ یہ نصیحتیں سلطان محمود غزنوی نے اپنے بیٹوں اور امرائے دولت کو کی تھیں۔ اس طرح آئینِ جہانداری کے بارے میں اپنے تصورات اور نقطہ نظر کو پیش کرنے میں سلطان محمود غزنوی کو مرکز بنایا گیا ہے تاکہ جو کچھ کیا جائے، لکھا جائے، جن خیالات کا

اظہار کیا جائے، جو اصول اور آداب مقرر کیے جائیں ان سب کا تعلق سلطان محمود سے ہو جو برصغیر میں اپنی فاتحانہ یلغار کے سبب خصوصی شہرت کا حامل تھا۔ ہر نصیحت کی توضیح و تشریح میں موزوں اور برمحل تاریخی حکایات سے کام لیا گیا ہے۔ خیالات مولانا کے ہیں پیرایہ بیان محمود غزنوی کا ہے۔[۳۹] ہر نصیحت کے ساتھ ہی تمثیل و تشبیہ کے ساتھ ایک حکایت پیش کی گئی ہے۔ حکایت میں عموماً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور نامور مسلمان بادشاہوں کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ برنی کی کتاب میں فقہ و قانون اور رسم و رواج کو مفکرانہ انداز میں موضوع گفتگو بنایا گیا ہے۔ برنی کی کتاب پورے عہدِ سلاطین میں امورِ جہانداری سے متعلق کسی بھی ہندوستانی مورخ کی پہلی کتاب ہے۔ کتاب کی مدد سے اس دور کے سیاسی نظریات اور سیاسی فکر سمجھنے میں مدد لی جاسکتی ہے۔ کتاب میں مندرجہ ذیل امور پر بحث کی گئی ہے۔ حکومتی تنظیم، اقتدارِ اعلیٰ، مطلق العنانیت، حکمران نائب خدا، حکمران کی خوبیاں جیسے کہ بہترین خطیب، ذہین اور تیز طرار، آزاد، عقلمند اور سمجھدار، صحیح مذہبی عقیدے کا حامل، نجیب، عادل، حکمران کی ذمہ داریاں وغیرہ۔ اپنی اس تصنیف فتاویٰ جہانداری کے حوالے سے وہ سیاسیات کے عالم اور مفکر بھی قرار پاتے ہیں۔ یہ مولانا برنی کی بڑی مفید اور عہد آفریں تالیف ہے۔ عہدِ سلاطین کے پس منظر میں فتاویٰ جہانداری کی حیثیت اور اہمیت زیادہ بڑھ گئی ہے کیونکہ یہ کاروبارِ سلطنت اور حکومتی نظم و نسق، فرائض و اعتقاد کی توضیح کے اعتبار سے بڑی مفید تالیف اور پہلی مبسوط تالیف بھی ہے۔[۴۰] مولانا برنی کی کتاب کا ماحصل یہ ہے کہ نظام حکومت، شریعت کے مطابق نہیں چلایا جاسکتا اور بادشاہوں کو مجبوراً بعض ایسے ضوابط بنانے پڑتے ہیں جو شریعت کی رو سے جائز قرار نہیں دیئے جاسکتے لیکن جہانداری ان کے بغیر ممکن نہیں۔ فتاواتی جہاندارتی کا اسلوب بڑا رواں، سلیس اور پاکیزہ ہے۔ یہ فارسی نثر میں سبک ھندی کا اعلی نمونہ ہے۔ ڈاکٹر مسز سلیم اے۔کے خان کے مطابق "فتاویٰ جہانداری کو صف اول کی ان کتابوں میں جو بنیادی طور پر فنِ حکومت سے متعلق ہیں امتیازی مقام حاصل ہے۔"[۴۱]

۲۲۔ آداب الحرب والشجاعت:

مولف کا نام محمد بن منصور بن سعید بن ابی الفرح تھا۔ اس کا لقب مبارک شاہ تھا لیکن عرف عام میں فخر مدبّر کہلاتا تھا۔ اس کی یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے جنگ کے آئین و ضوابط پر ہے، جس میں سلاطین و زراء کے فرائض سے لے کر گھوڑوں کی شناخت، ان کی بیماری اور علاج کا ذکر، ہر قسم کے اسلحہ، لشکر کی خصوصیات عرض لشکر، لشکر کی نقل و حرکت، فوجی کیمپ کے آئین، میدانِ جنگ کے طریقے، فوجوں کی صف آرائی، مقابلہ، مبارزت، جنگ حصار کے قواعد، فتح و ظفر کے آداب، جزیہ، خراج، فوجوں کی خطا و سزا، ان کے حقوق اور ان کی ورزش وغیرہ کی تفصیلات ہیں۔[۴۲] ہندوستان میں فارسی زبان میں اس نوعیت کی کتاب شاید اور کوئی نہیں لکھی گئی۔ فخر مدبر نے یہ کتاب سلطان شمس الدین التمش (م۔1236ء) کے

نام معنون کی۔[43] یہ کتاب 34 ابواب پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اکثر مقامات پر اپنے موضوع کی تائید میں آیات قرآنی احادیث رسول مقبول ﷺ اور اقوالِ بزرگان نقل کیے ہیں۔ خلفاء اور سلاطین کی حکایات بھی موقع محل کی مناسبت سے لائی گئی ہیں۔[44]

متذکرہ بالا ان عمومی تاریخوں کے علاوہ چند ایک علاقائی تاریخیں مثلاً مآثر محمود شاہی، طبقات محمود شاہیہ، تاریخ ناصر شاہی وغیرہ بھی موجود ہیں۔

ماخذات کے بغیر کوئی سا بھی علمی اور تحقیقی کام مناسب طور پر تشکیل نہیں پا سکتا۔ ہمارے ہاں اصلی ماخذات کے استعمال کے بجائے ماخذات کے انگریزی تراجم خصوصاً ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن یا وی، اے۔ سمتھ، کیمبرج ہسٹری یا آکسفورڈ ہسٹری کا سہارا لیا جاتا ہے۔ مغربی مورخین خاص طور پر متعصب مغربی مؤرخین نے دانستہ طور پر ان واقعات کو اپنی تاریخ میں نمایاں طور پر اُجاگر کیا کہ جس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ مسلم دورِ حکومت ایک تاریک ظالمانہ، بدتہذیب، رجعت پسند اور متشدد دور تھا۔ انہوں نے (مغربی مورخین) "وہ آیا، اس نے لُوٹا اور وہ چلا گیا" کی بنیاد پر اپنی تاریخوں کا احوال قلم بند کیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ غاصب اور جارح ہمیشہ سے ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔ اگر وہ پچھلے ادوار کی خامیاں بیان نہیں کریں گے تو ان کی جارحیت کا کیا جواز ہو گا؟ ضرورت اس امر کی ہے عہدِ سلاطین کے مسلم حکمرانوں کے تمدنی کارناموں کی تفاصیل سے بھی عوام الناس کو روشناس کروایا جائے۔ اُس دور کے حکمرانوں کے مذہبی رجحانات، مذہبی رواداری، اقلیتوں سے سلوک، علم پروری، فنونِ لطیفہ سے ان کی دل چسپی، نظامِ تعلیم، نظام حکومت و سیاست، نظامِ عدل وغیرہ سے آگاہی وقت کی ضرورت ہے۔

اسی عہدِ سلاطین میں آج سے کم و بیش آٹھ سو سال پہلے ایک عورت ہندوستان کے تخت پر جلوہ افروز نظر آتی ہے۔ یہی نہیں انسانی مساوات کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو گی کہ 84 سال تک غلام، ہندوستان کے حکمران رہے۔ جب تمام عالمِ اسلام منگولوں اور تاتاریوں کی یلغار وسے لرز رہا تھا تب ہندوستان امن و چین کی بانسری بجا رہا تھا۔ دہلی ان دنوں "عُروسِ البِلاد" تھا۔ جب یورپ تاریک دور سے گزر رہا تھا تب علاؤالدین خلجی توپوں سے سونے اور چاندی کے سکے نچھاور کررہا تھا اور Price Control System کے ذریعے معاشی انقلاب برپا کر رہا تھا۔

برصغیر پاک وہند میں مسلمان عہدِ حکومت کے یہ کارنامے گویا اجنبی بن گئے ہیں اور ہماری تاریخی اور ثقافتی زندگی سے دُور ہوتے جارہے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ سلاطین دھلی کی تاریخ میں تحقیق کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا اگر محقق فارسی سے نابلد ہے۔ برصغیر پاک وہند میں مسلمان عہدِ حکومت کی سیاسی، روحانی اور ادبی تحقیق میں فارسی کی اس اہمیت کے پیش نظر یہ غور طلب ہے کہ آج کل یونیورسٹیوں میں پی۔ ایچ۔ ڈی کا جو کام ہو رہا ہے اس کا تعلق سلاطین یا مغلیہ دور سے ہو تو وہ فارسی کے علم

کے بغیر کتنا وقیع ہے یا ہو سکتا ہے۔ بالعموم تاریخ اور تاریخِ ادب کے نوجوان محققین فارسی سے نہ صرف ناواقف ہوتے ہیں بلکہ اس ذوق سے ہی بے بہرہ و نا آشنا ہوتے ہیں جو کلاسیکی زبانوں کے علم کی طرف راغب کرتا ہے۔ اس دوڑ میں ڈگری کا حصول مقصود بالذات ہے اور اس کے لیے کسی ذوق کی حاجت عام طور سے نہیں رہ گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ زبان و ادب اور تاریخ کے اساتذہ کی نئی کھیپ فارسی سے قطعی بے گانہ ہوتی جا رہی ہے۔ پروفیسر حبیب ہوں یا خلیق احمد نظامی، سید صباح الدین عبد الرحمن ہوں یا شیخ محمد اکرام، ایوب قادری ہوں یا ہاشمی فرید آبادی، اشتیاق حسین قریشی ہوں یا پروفیسر محمد اسلم، ان سب کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ یہ تاریخ کے طالب علم کے ساتھ ساتھ فارسی کے بھی عالم رہے ہیں۔ اس لیے تاریخ کی تحقیق کو معتبر اور موقر بنانے کے لیے فارسی کا علم ناگزیر ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ سلاطین ہندوستان، جلد اول، الوقار پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۲۵۰

۲۔ وی۔ڈی۔ مہاجن، The Sultanate of Delhi، ایس چاند اینڈ کمپنی، نئی دہلی، ۱۹۶۳ء، ص ۳۵

۳۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ صوفیہ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۴۹ء، ص ۱۶

۴۔ تاج الدین حسن نظامی، تاج المآثر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۶ء، ص ۱۵

۵۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶۵

۶۔ ایضاً، ص ۱۶۶

۷۔ مولانا منہاج سراج، طبقات ناصری، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۸ء، ص ۱

۸۔ ڈاکٹر وحید مرزا، امیر خسرو، بک ہوم، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۸۲

۹۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۶۶

۱۰۔ اقبال صلاح الدین، کلیات غزلیات خسرو (جلد اول) پیکیجز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۲۷

۱۱۔ ڈاکٹر وحید مرزا، امیر خسرو، بک ہوم، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۹۱

۱۲۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۹۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۰۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۰۲

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۱۵

۱۶۔ ظ انصاری / ابوالفیض سحر، خسرو نامہ المعروف خسرو شناسی، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۱۸۴

۱۷۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۸۷

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۶۷

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۷۷

۲۲۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۶۶

۲۳۔ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ،سنگِ میل،لاہور،۲۰۱۱ء، ص۱۷۸

۲۴۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور،۲۰۱۶ء، ص۳۷۳

۲۵۔پروفیسر محمد اسلم، تاریخی مقالات، بُک ٹاک، لاہور،۱۹۹۱ء، ص۲۲۶

۲۶۔یحییٰ بن احمد سرہندی، تاریخِ مبارک شاہی، اردو سائنس بورڈ، لاہور،۲۰۰۴ء، ص۴۱

۲۷۔ ایضاً، ص۴۸

۲۸۔احمد یادگار، تاریخ شاہی، اردو سائنس بورڈ، لاہور،۲۰۱۷ء، ص۱۹

۲۹۔ ایضاً، ص دیباچہ ۱۹

۳۰۔خواجہ عبداللہ، تاریخ داؤدی، نیکس ایچ پبلی کیشنز کمپنی، لاہور،۲۰۱۹ء، ص ۵۲

۳۱۔ ایضاً، ص۵۱

۳۲۔خواجہ نعمت اللہ ہروی، تاریخ خان جہانی و مخزنِ افغانی، اردو سائنس بورڈ، لاہور،۲۰۱۷ء، ص۱۷

۳۳۔ ایضاً، ص ۱۲

۳۴۔ ایضاً، ص۱۹

۳۵۔ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور،۲۰۰۷ء، ص۳۷۸

۳۶۔ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ،سنگِ میل،لاہور،۲۰۱۱ء، ص۱۷۷

۳۷۔ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور،۲۰۰۷ء، ص۳۷۸

۳۸۔ ایضاً، ص۳۷۰

۳۹۔ ایضاً، ص۳۷۳

۴۰۔ ایضاً، ص۳۷۲

۴۱۔مولانا ضیاء الدین برنی، فتاویٰ جہانداری، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، دانشگاہ پنجاب، لاہور،۱۹۷۲ء، ص۱۵

۴۲۔سید صباح الدین عبدالرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ،۲۰۱۶ء، ص۱۱۸

۴۳۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور،۲۰۱۶ء، ص۹۶

۴۴۔ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ،سنگِ میل،لاہور،۲۰۱۱ء، ص۱۶۵

References :

1. Khailq ahmad nazami, tareekh salateen Hindustan, jild awal, al waqar publication Lahore, 2010, page 250
2. V-D-Muhajn, the sultanate f delhi, S chand and company, nae delhi, 1963, page 35
3. Syed sbha o deen abdul rahman, bazm sofia, matba muarif, azam ghar, 1949, page 16
4. Taj o deen Hassan nazami, taj al masar, komi konsil braye faroghe urdu zuban, nae delhi 2016, page 15
5. Dr. Muhammad riaz/ sadiq shibli, farsi adab ki mukhtsr tareen tareekh, sang meel, Lahore, 2011, page 165
6. Azeen, page 166
7. Molana minhaj siraj, tabqat nasri, urdu science board,2008, page 1
8. Dr. waheed mirza, ameer khusro, book home Lahore, 2007, page 182
9. Dr. aslam farkhi, dabstan nizam, Pakistan writers co opreto society, Lahore, 2007, page 166
10. Iqbal salh o deen, kulyat ghaliyat khusro, pakges limited, Lahore, 1972, page 127
11. Dr. waheed mirza, ameer khusro, book home Lahore, 2007, page 191
12. Dr. aslam farkhi, dabstan nizam, Pakistan writers co opreto society, Lahore, 2007, page 195
13. Azeen, page 200
14. Azeen, page 204
15. Azeen, page 215
16. Ansari/ abu alfaiz sahir, khusro nama al marof khusro shanasi, mushtaq book corner, Lahore, 2013, page 184

17. Dr. aslam farkhi, dabstan nizam, Pakistan writers co opreto society, Lahore, 2007, page 187
18. Azeen
19. Sheikh Muhammad ikram, abe kosar, idara saqaft islamia, Lahore, 2012, page 367
20. Azeen
21. Dr. Muhammad riaz/ sadiq shibli, farsi adab ki mukhtsr tareen tareekh, sang meel, Lahore, 2011, page 177
22. Sheikh Muhammad ikram, abe kosar, idara saqaft islamia, Lahore, 2012, page 366
23. Dr. Muhammad riaz/ sadiq shibli, farsi adab ki mukhtsr tareen tareekh, sang meel, Lahore, 2011, page 178
24. Sheikh Muhammad ikram, abe kosar, idara saqaft islamia, Lahore, 2012, page 373
25. Professor Muhammad aslam, tareekhi muqalat, book tak Lahore, 1991, page 226
26. Yahya bin ahmad srhindi,tarekh mubark shahi, urdu science board, Lahore, 2004, page 41
27. Azeen, page 48
28. Ahmad yadgar, tarekh shahi, urdu science board, Lahore, 2017, page 19
29. Azeen, page 19
30. Khaja Abdullah, tareekh dawodi, tax H publication company Lahore, 2019, page 52
31. Azeen, page 51
32. Khaja nametullah harwi, tareekh khan jiyani o mukhzan afghani, urdu science board , Lahore, 2017, page 17
33. Azeen, page 12
34. Azeen, page 19
35. Dr. aslam farkhi, dabstan nizam, Pakistan writers co opreto society, Lahore, 2007, page 378

36. Dr. Muhammad riaz/ sadiq shibli, farsi adab ki mukhtsr tareen tareekh, sang meel, Lahore, 2011, page 177
37. Dr. aslam farkhi, dabstan nizam, Pakistan writers co opreto society, Lahore, 2007, page 378
38. Azeen, page 370
39. Azeen, page 373
40. Azeen, page 372
41. Molana zia o deen barni, fatwa jhandari, idara tahqeeqat Pakistan, Danish ga Punjab, Lahore, 1972, page 15
42. Syed sbha o deen abdil rahman, bazme mamlokia, dar ul musanfeen, shibliacademy, azam ghar, 2016, page 118
43. Sheikh Muhammad ikram, abe kosar, idara saqaft islamia, Lahore, 2012, page 96
44. Dr. Muhammad riaz/ sadiq shibli, farsi adab ki mukhtsr tareen tareekh, sang meel, Lahore, 2011, page 165